© rasailojaraid.com

جنرل مرزا اسلم بیگ*

افغانستان پاکستان تعلقات: ایک نئے موڑ پر

افغانستان میں قابض فوجوں کے انخلاء کے ساتھ ہی بڑی مثبت تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں جس سے پورا خطہ متاثر ہے، خصوصاً پاکستان جو افغانستان کے معاملات سے خود کو الگ نہیں رکھ سکا ہے۔ پاکستان کی مجبوری اس کی پختون اکثریت ہے جس کی مرضی کے بغیر افغانستان میں امن ناممکن ہے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے جو لاشعوری طور پر دونوں ملکوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں روبہ عمل ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جسے سمجھتے ہوئے دونوں ملکوں کی قیادت معاملات کو اپنی مضبوط گرفت میں لے کر اقدامات کر رہی ہے۔ ماضی کے واقعات کو اگر نگاہ میں رکھا جائے تو مستقبل کے بارے میں صحیح اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔

1990ء کے ابتداء میں جب سوویت یونین پسپا ہوا تو افغانستان کے حوالے سے امریکہ کی نیت بدل گئی۔ وہی مجاہدین جنہیں دنیا کے 70 ممالک سے بلا کر سوویت یونین کے خلاف جہاد برپا کیا گیا تھا، وہ اچانک امریکہ کی نظروں میں دہشت گرد بن گئے اور افغانستان میں مجاہدین کی حکومت کو بننے سے روکا گیا' ان کے مختلف گروپوں کو آپس میں لڑا کر خانہ جنگی کرائی گئی جو آٹھ سال تک جاری رہی۔ اس کے نتیجے میں مجاہدین کی حکومت تو نہ بن پائی لیکن طالبان کی حکومت قائم ہوگئی۔ یہ حکومت بھی امریکہ کو منظور نہیں تھی اور اس کی نگاہوں میں کھٹکتی رہی' اسی لیے 2001 میں امریکہ کی طرف سے 9/11 کا بہانہ بنا کر طالبان کی سرکوبی کے لیے افغانستان پر بھرپور حملہ کیا گیا اور امریکی اور اتحادی فوجوں نے قبضہ جما لیا لیکن ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ پاکستان اس جنگ میں امریکہ کے اتحادی کے طور پر افغانستان کے عوام کے خلاف شامل ہوگیا۔ یہ بھی واضح ہوگیا کہ امریکہ اس خطے میں بھارت کو افغانستان سے لے کر بنگلہ دیش تک بالادستی دلانا چاہتا ہے۔ بھارت نے امریکہ کی اس حمایت کا فائدہ اٹھایا اور افغانستان میں اپنا جاسوسی کا ایک بہت بڑا نیٹ ورک بنایا جس میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے سرمایہ کاری کی اور ہر طرح کی مدد فراہم کی۔ اس جاسوسی مرکز کا ہدف پاکستان ہی رہا جس کے نتیجے میں پاکستان آج تک دہشت گردی کی زد میں ہے۔ ان تمام سازشوں کے باوجود بھی امریکہ کو اپنے مقاصد میں ناکامی ہوئی ہے۔

---

* سابق چیف آف آرمی سٹاف Email: friendsfoundation@live.co.uk

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آج سے پانچ سال قبل افغانستان سے مایوس ہو کر امریکہ نے اپنی طاقت کے مرکز اور تزویراتی مدار (Strategic Pivot) کو ایشائی بحرالکاہل کی طرف منتقل کر دیا ہے اور وہاں بھی بھارت کو اپنا مددگار بنایا ہے اور جاپان، جنوبی کوریا اور آسٹریلیا کو اس اتحاد میں شامل کیا۔ اس اتحاد کا مقصد چین کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنا ہے' جس طرح 2001ء میں امریکہ کا افغانستان پر حملے کا مقصد عالم اسلام کی بڑھتی ہوئی انتہا پسندی کو روکنا تھا لیکن اتنی بڑی عسکری کارروائی کے باوجود وہ ناکام ہوا ہے اور انتہا پسندی تو پہلے کی نسبت کہیں زیادہ پھیل چکی ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ چین کی بڑھتی ہوئی طاقت کو محدود کرنے میں امریکہ اور اس کے اتحادی کہاں تک کامیاب ہوتے ہیں۔

افغانستان میں خوشگوار تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں جو امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی ناکامی کی تصویر ہے۔ طالبان فاتح کے طور پر سامنے آئے ہیں اگرچہ اس وقت وہ ڈرون اور ہوائی حملوں کے خطرات کے سبب بکھرے ہوئے ہیں' لیکن افغانستان کی اصل سیاسی اور عسکری قوت وہی ہیں اور مستقبل میں جو بھی فیصلہ ہوگا انہی کی مرضی سے ہوگا۔ موجودہ تبدیلی کی اہم ترین بات یہ ہے کہ افغان قوم کی شعوری بیداری واضح طور پر نظر آئی ہے' جس کا اظہار بھی ہوا ہے۔ مثلاً 2012 میں فرانس میں انٹرا افغان ڈائیلاگ ہوا' اور فیصلہ ہوا تھا کہ" جب افغانستان سے قابض افواج نکلیں گی تو افغان اپنے فیصلے خود کریں گے اور غیروں کے دھوکے میں نہیں آئیں گے اور ماضی کے جیسی سازشوں کا حصہ نہیں بنیں گے۔" یہ وہ شعوری بیداری ہے جس کے سبب وہاں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی سازشیں ناکام ہوگئی ہیں۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے امریکہ اور بھارت نے نئی حکمت عملی کے تحت اپنے مفادات کا تحفظ کرنا شروع کیا ہے۔ بھارت ایشیاء کی سپر پاور بننا چاہتا ہے اور امریکہ ایشیاء کو اپنے مدار میں رکھنا چاہتا ہے۔ لیکن ان ممالک کی یہ پالیسیاں افغان قوم کی شعوری بیداری کے سبب ناکام ہوئی ہیں اور یہ ناکامی اس وقت واضح ہوگئی جب بیجنگ میں ہارٹ آف ایشیاء کانفرنس منعقد ہوئی' جہاں افغان قیادت نے بڑے واضح الفاظ میں اپنے مستقبل کے فیصلوں کا اشارہ دیا۔ اس موقع پر افغان صدر ڈاکٹر اشرف غنی کا کردار مثبت طور پر نمایاں ہوا ہے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ افغانستان اپنے مستقبل کے فیصلوں میں اپنے چھ پڑوسی ممالک کو شریک کرے گا جن میں پاکستان، ایران، چین، روس کے علاوہ وسطی ایشیاء کے دو ممالک ہیں۔ ڈاکٹر اشرف غنی نے ان ممالک کو اندرونی دائرہ (Inner Circle) قرار دیا باقی ملکوں سے مدد کے تو طلب گار ہوئے لیکن یہ واضح کر دیا کہ افغانستان کے فیصلے انہی ملکوں کے ساتھ مل کر کریں گے اور ماضی کی طرح دوسرے ملکوں کی طرف سے مداخلت کی اجازت نہیں ہوگی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب افغانستان میں یہ تبدیلی آ رہی تھی تو پاکستان میں ضرب عضب آپریشن کا فیصلہ کیا گیا جو ایک اہم فیصلہ تھا۔ اس فیصلے کے نتیجے میں پاکستان کا افغانستان کے مستقبل کے حوالے سے اہم اور مثبت کردار سامنے آیا ہے۔ پاکستان کی سفارت کاری جواب تک بڑی معذرت خواہانہ تھی اس کا انداز بدل چکا ہے اور پاکستان نے مضبوط پالیسی کے تحت فیصلے کیے ہیں۔ پاکستان نے پہلی مرتبہ امریکہ کو بتایا ہے کہ اس کے اتحادی بھارت نے پاکستان کو افغانستان میں بیٹھ کر شدید نقصان پہنچایا ہے اور اس کے ایجنٹ آج بھی پاکستان کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ بھارت کو بھی کھل کر بتا دیا گیا ہے کہ اس کی طرف سے یہ سازشیں اب بھی ہو رہی ہیں۔ افغانستان کو بھی بتا دیا ہے کہ وہاں فضل اللہ بھی موجود ہے اور خالد خراسانی بھی بیٹھا ہے۔ ان قبائلیوں پر مشتمل ایک نیا گروپ بھی بنایا گیا ہے جو چند ماہ پہلے ضرب عضب کے نتیجے میں فرار ہو کر افغانستان گئے تھے۔ ان کو ہمارے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے۔ حکومت نے تمام سازشیں بے نقاب کر کے رکھ دی ہیں۔ اسی سلسلے میں آرمی چیف کابل اور امریکہ گئے تھے اور آرمی چیف کی جانب سے اس سازش کی تمام شہادتیں لے کر ڈی جی آئی ایس آئی امریکہ بھی گئے اور واضح کر دیا کہ امریکہ، برطانیہ اور دوسرے ملکوں کے ساتھ مل کر پاکستان کے خلاف جو سازشیں ہوتی رہی ہیں ان سے بھی ہم واقف ہیں۔ جیسے دھرنوں کا لندن پلان، جس میں پاکستان کی منتخب جمہوری حکومت کو گرانے کی ساری کوششیں کی گئیں لیکن یہ سب ناکام ہو گئیں اور وہ لوگ جو بیرونی ایجنٹوں سے مل کر فساد پیدا کرتے تھے اب ان میں حوصلہ باقی نہیں رہا ہے۔ یہ سازش جو بڑے زور شور سے اٹھی تھی وہ بھی اپنے منطقی انجام کو پہنچ گئی ہے کہ ایک دن اچانک امریکہ، برطانیہ، کینیڈا اور ایران نے ایک ساتھ ان سازشوں میں شریک ہونے سے انکار کیا، یعنی سازشیں ہوتی رہی تھیں لیکن ناکامی پر اس سازش کے سارے سرپرست الگ ہو گئے۔ لیکن سازشیں پھر بھی ہوں گی، جن کے خلاف سب سے بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ پاکستان اور افغانستان اب مل کر اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔

افغان طالبان کا مطالبہ ہے کہ قابض فوجیں نکلیں اور افغان صدر کے ساتھ سکیورٹی معاہدہ ختم کیا جائے، جو درست مطالبہ ہے لیکن فتنہ پیدا کرنے کیلئے امریکہ نے کہا ہے کہ شاید مزید دو سال اور اس کی فوج افغانستان میں رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی وزیر خارجہ جان کیری نے کہا ہے کہ امریکہ سوچ رہا ہے کہ وہ افغانستان میں افواج کی موجودگی مزید دو سال بڑھا دے گا۔ طالبان نے اس وقت بڑی مثبت پالیسی اختیار کی ہے ان کے اندر ماضی کی طرح ہٹ دھرمی نہیں ہے انہوں نے اپنے مفادات کو چین اور پاکستان کے ساتھ وابستہ کر لیا ہے۔ پاکستان نے چین اور طالبان کے درمیان تعلقات کو استوار کرنے میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قطر میں طالبان کا دفتر ایک بار پھر کھل گیا ہے۔ مذاکرات کا سلسلہ جاری ہے، چین نے اگرچہ کھل کر اعتراف نہیں کیا ہے لیکن چینی قیادت کے ساتھ ماضی میں طالبان کے مذاکرات ہوتے رہے ہیں جس کے نتیجے میں طالبان اس مقام تک پہنچے ہیں کہ وہ ڈاکٹر اشرف غنی کی حکومت کے ساتھ بات چیت کرنے کے لیے تیار ہوئے ہیں۔ پہلے تو وہ یہ تجویز بھی نہیں سننا چاہتے تھے۔

طالبان کے دو بڑے اہم مطالبات ہیں' پہلا یہ کہ امریکی فوج افغانستان سے مکمل طور پر انخلاء کرے تاکہ افغان قوم ایک آزاد فضاء میں بیٹھ کر مستقبل کا فیصلہ خود کرے۔ دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ امریکہ اور افغانستان کے درمیان قومی سلامتی کا معاہدہ ختم کیا جائے۔ فوج کے انخلاء کے مطالبے کے جواب میں جان کیری کا یہ کہنا کہ ہم دو سال مزید یہاں رہیں گے دراصل فتنہ پھیلانے کی کوشش ہے۔ امریکہ ایک بار پھر اپنی فتنہ پردازی میں مصروف ہے کیونکہ چین، روس، پاکستان، ایران اور وسطی ایشیائی ممالک نے افغانستان کے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اسی لیے امریکہ ایک مثبت پیش رفت کو ایک منفی صورت حال میں تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ یہ واضح ہے کہ افغانستان کے حوالے سے اب امریکہ کی کوئی بھی پالیسی نہیں ہے صرف رخنہ اندازی ہے جبکہ افغان حکومت، طالبان، چین، پاکستان اور افغانستان کے قریبی پڑوسی ممالک کی ایک واضح پالیسی ہے جو کامیاب بھی ہے۔

پچھلے سال پاکستانی قوم نے لندن پلان کے تحت جو کچھ دیکھا ہے اس میں ہمیں نقصان بھی ہوا ہے اور فائدہ بھی ہوا ہے۔ فائدہ یہ ہوا ہے کہ دھرنوں اور احتجاج کے سبب موجودہ حکمرانوں پر واضح ہوگیا ہے کہ" اب موروثی اور سرمایہ دارانہ نظام کی تبدیلی لازمی ہوگئی ہے۔ اب یہ نظام جس طرح سے چلتا رہا ہے اس طرح نہیں چلے گا۔ لندن پلان ناکام ہوا' لیکن تبدیلی ناگزیر ہے جو آئینی حدود میں رہ کر لانا ضروری ہے۔ آئینی حدود میں رہ کر تبدیلی لانے کی ذمہ داری موجودہ حکومت پر ہے۔ اگر موجودہ حکومت یہ سمجھتی ہے کہ پانچ سال کی آئینی مدت پوری کرے گی تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اقتدار میں ہوتے ہوئے بڑے فیصلے کیے جائیں اور تبدیلی کا خاکہ تیار کیا جائے کہ کیسے اور کس طرح یہ تبدیلی آنی چاہیے۔ میرا اندازہ ہے کہ مارچ میں سینیٹ کے الیکشن کے بعد کوئی نئی صورت حال نظر آئے گی۔ یہ تبدیلی کیسے ہوگی اور کیا ہوگی؟ اس کا فیصلہ موجودہ حکومت اور ہمارے سیاست دانوں کو کرنا ہے۔ خاموش بیٹھ جانا اور اسی نظام کو چلنے دینے سے نظام کی خرابی اور جمہوریت کا نقصان ہوگا۔ تمام تر ہیجانی کیفیات کے باوجود ایک اچھی فضا نظر آرہی ہے جہاں مضبوط تر فیصلے کرنے کا جواز موجود ہے۔

© rasailojaraid.com